DOI: https://doi.org/10.52541/fn.v61i4.3175

برصغیر ہندوپاک میں مسلم معاشرے کی تشکیل میں اسلامی احیا پسند تحریکوں اور شخصیات کا کردار

نیاز احمد لون❁

The Role of Islamic Revivalist Movements and Individuals in Creating Muslim Society in the Indian Subcontinent

Niyaz Ahmad Lone❁

ABSTRACT: The history of the advent of Islam in India can be traced back to the trade relations between Arabs and India. Subsequently, after the arrival of Islam in the Arab land, the Arab traders played the role of missionaries. Then, gradually, Islam was disseminated through peaceful means in the Indian Subcontinent. In this regard, Sufis played an important role. After that, Islam became a dominant faith in Indian society, especially during Muslim rule. Islam spread far and wide in the Subcontinent. However, later on, due to European Colonialism, Muslim rule showed decay in India. Consequently, the Islamic culture was prone to devastation. Similarly, at the internal level, ignorance of the Muslims was another reason for the decline of the Islamic culture. So, Islam underwent a dire need for reform and revival. Hence, afterwards, there were multiple movements which attempted to reform the Muslim society to awaken the religious consciousness of the Muslims. *Jihād* movement, Deoband movement, Aligarh movement, *Nadwat-ul 'Ulama*, *Jam 'āt-I Islami,* etc., were some of the movements which contributed immensely towards the enhancement of the intellectual and religious dimension of the Muslim society. They also emphasized different aspects of Islamic teachings and attempted to permeate Islam in the changing circumstances of the society. Some focused on the political aspect of Islam, some on the pure theological dimension of Islam, and some others attempted to counter the modern challenges through a rational understanding of Islam. Hence, they accordingly deliberated on the revival of Islam. All these movements commonly trace the origin of their thought in the religious ideas of *Shah Walī-Allah,* whose comprehensive thought left a deep impact on these subsequent Islamic movements.
Keywords: Islam, movements, revivalism, reform, thought.

❁ سینئر ریسرچ فیلو (SRF) شعبہ اسلامیات، اسلامک یونی ورسٹی آف سائنس اینڈ ٹیکنالوجی، کشمیر، بھارت، ۱۹۲۱۲۲۔

❁ Senior Research Fellow at Department of Islamic Studies, Islamic University of Science and Technology, Kashmir, India, 192122.

Summary of the Article

Since Islam is a universal ideology and it has efficacy for all times, the revival and reform constitute an inseparable phenomenon to explore the situational role of Islamic teachings according to the needs of the time. Moreover, it aims to purify Islam from all alien elements. The earlier revivalist and reformist history of Islam was almost based on this purpose. In the context of the Subcontinent, British colonial power at the external level and the closing of the door of *ijtihād*, penetration of un-Islamic elements, superstitious beliefs, and ignorance among the Muslims at the internal level contributed much to the deterioration of the spirit of Muslim culture. Hence, to resist these issues and to save the Islamic cultural aspect, various attempts were made from time to time. Some were active at a personal level; others launched movements in this regard. They attempted to explore the dynamic character and the situational role of Islam. Although these initiatives and movements proved to be useful for the Muslim society, they focused on a particular aspect. Hence, the need is to adopt a comprehensive approach towards the revival and reform of Islamic teachings.

One of the earliest and most influential personalities was *Shah Walī-Allah* (1703–1762), who emphasized the importance of Qur'ānic studies, *Ḥadīth*, and socio-political reform. His works inspired later scholars, including his sons and disciples, who laid the foundation for Islamic thought in the region. The *Deobandī* Movement (1866) focused on Islamic education through madrassas for preserving traditional Islamic scholarship while countering Western influences. Similarly, the *Barelvī* Movement**,** led by Ahmad Raza Khan (1856–1921)**,** emphasized Sufī traditions, defending orthodox beliefs and practices. The *Ahl-i Ḥadīth*, Movement**,** influenced by *Salafī* thought, sought to purify Islam from perceived innovations (*bid'ah*) and focused on a strict interpretation of the Qur'ān and *Ḥadīth*. Meanwhile, Sir Syed Ahmad Khan (1817–1898) founded the Aligarh Movement**,** promoting modern education among Muslims and encouraging a balance between religious and Western sciences. In the 20th century, *Mawlānā Sayyid Abul A'la Mawdudi* (1903–1979) played a significant role in shaping Islamic political thought, emphasizing an Islamic state and governance based on *Sharī'ah*. He launched an organised movement, i.e., *Jamāt-i Islamī* (1941). His writings influenced contemporary Islamic scholarship and movements across the Subcontinent.

These revivalist movements and scholars contributed to shaping Muslim identity, reforming educational institutions, and influencing socio-political discourse. Their legacy continues to impact Islamic scholarship and thought in South Asia today. These movements emerged as responses to colonial rule, internal decline, and socio-political changes, aiming to revive Islamic teachings, preserve religious identity, and promote education. Today, the intellectual legacy of these revivalist movements continues to influence Muslim scholarship in the Indian subcontinent, shaping religious education, political thought, and socio-cultural dynamics. Their contributions remain relevant in contemporary Muslim discourse, demonstrating the enduring impact of their intellectual and reformist efforts.

تجدد اور تجدید

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی رحمۃ اللہ علیہ نے دو اصطلاحات یعنی تجدد اور تجدید استعمال کی ہیں۔ مولانا کے مطابق تجدد کا مطلب معاشرے کی مادی ضروریات کو پورا کرنا ہے۔ اس کا مطلب ہے مذہبی جہت کو نظر انداز کر کے معاشرے کو سماجی و اقتصادی پہلو سے اوپر اٹھانا۔ مولانا مودودی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اس شخص کو متجدد کہا جاتا ہے۔ تجدید کا مطلب اسلام کی ایک صاف تصویر پیش کرنا ہے۔ اس سے مراد اسلامی تعلیمات کو تمام اجنبی اور جاہل عناصر سے آزاد کر دینا ہے۔ مولانا مودودی رحمۃ اللہ علیہ کے مطابق اس کو مجدد کہا جاتا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ مجدد کے پاس اسلام کے احیا اور اصلاح کی وہ تمام شرائط ہوتی ہیں جو نبیوں کی صفات ہیں۔ اس کے بعد مودودی صاحب رحمۃ اللہ علیہ مجدد کے بنیادی افعال بیان کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ مجدد کو معاشرے کے حالات پر نظر رکھنی چاہیے۔ اسے معاشرے کی خرابیوں کی وجوہات اور اس کے علاج سے آگاہ ہونا چاہیے۔ اسے اندازہ ہونا چاہیے کہ ان پریشانیوں پر کیسے قابو پایا جائے۔ اسے خود اندازہ لگانا چاہیے کہ وہ کتنی ذمہ داری اٹھانے کے قابل ہے۔ وہ لوگوں کی ذہنیت کو تبدیل کرنے، ان کے عقائد، اخلاقیات، تعلیمی اداروں اور اسلامی مذہبی علوم کی اصلاح کرنے کے قابل ہونا چاہیے۔ اس کے بعد اسے ان خیالات کو عملی جامہ پہنانے کی کوشش کرنی چاہیے اور تمام جہالت کو ختم کرنے کی کوشش کرنی چاہیے، لوگوں کی فطرت کو پاک کرنے کی کوشش کرنی چاہیے اور انھیں اسلام کے ماتحت کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ اسے معاشرے کے متحرک کردار سے آگاہ ہونا چاہیے اور معاشرے کے تقاضوں کو سمجھنے اور اس کے مطابق اسلام میں داخل ہونے کے قابل ہونا چاہیے۔ اسے بیرونی چیلنجوں کا مقابلہ کرنے کی پوزیشن میں ہونا چاہیے۔ اسے اسلام کا سیاسی نظام قائم کرنے کے قابل ہونا چاہیے۔ اس کے بعد وہ اپنی مذہبی سرگرمیوں کو وسعت دے تاکہ پوری دنیا میں اسلام کا مکمل نظام قائم ہو۔ مولانا مودودی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جس میں یہ تمام خصوصیات پائی جاتی ہیں وہ حقیقی اور کامل مجدد ہے۔ (۱)

برصغیر میں احیا پسند اور اصلاحی تحریکوں کا تاریخی پس منظر

اپنے سیاسی مفادات کے لیے مغل بادشاہ اکبر نے تمام مذاہب کو متحد کرنے کی کوشش کی، لیکن یہ مسلمانوں کے مذہبی پہلو کے لیے خطرہ تھا۔ دوسری طرف مسلمانوں کے اندر تقلید، علمی فقدان، مسلکی تعصب، وغیرہ جیسی خرابیاں موجود تھی۔ مزید برآں دوسرے ممالک کے لوگوں کے رابطے کی وجہ سے جو اپنے ساتھ مختلف

۱۔ سید ابوالاعلیٰ مودودی، **تجدید و احیاے دین** (لاہور: اسلامک پبلی کیشنز پرائیویٹ لمیٹڈ، ۱۹۹۹ء)، ۴۴-۴۹۔

غیر اخلاقی عناصر لائے تھے، خالص اسلامی ثقافت کو خطرہ لاحق تھا۔ مذہب کے اس غیر تسلی بخش ماحول کی وجہ سے شیخ احمد سرہندیؒ اسلامی ثقافت کو بچانے کے لیے آگے آئے۔ انھوں نے حکومت کی ان تمام پالیسیوں کے خلاف جنگ لڑی جو اسلام کے منافی تھیں۔ اسی طرح انھوں نے مسلم معاشرے کی اصلاح کی اور لوگوں کو قرآن و سنت کے قریب لانے کی کوشش کی۔ شیخ احمد سرہندیؒ کے اس مشن کو مغل بادشاہ اورنگ زیب نے آگے بڑھایا جس نے انھی خیالات کو جاری رکھا۔[۲]

احیا کی ان کوششوں کو امام شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک نئی روح سے بھر دیا۔ ان کے دور میں مسلم معاشرے کو مختلف قسم کے چیلنجوں کا سامنا تھا۔ سیاسی سطح پر مسلمانوں کے حالات غیر تسلی بخش تھے۔ اورنگ زیب کی وفات کے بعد شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے دس مغل حکم رانوں کے دور حکومت کا مشاہدہ کیا، یہ سب بیرونی جارحیت کا مقابلہ کرکے اپنی سیاسی وراثت کو بحال کرنے میں ناکام رہے۔ اسی طرح مذہبی سطح پر مسلمان اسلام کے بنیادی مآخذ کو نظر انداز کرکے فقہی مسائل کی طرف مائل تھے۔ اندھی تقلید، بدعات، غیر اسلامی عناصر وغیرہ مسلم معاشرے میں پائے جانے والے دیگر مسائل تھے۔ مسلمانوں کے سماجی، اخلاقی اور معاشی پہلو بھی مسلسل زوال پذیر تھے۔ ایسے سماجی و مذہبی ماحول میں شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ مسلم قوم کو مزید تباہی سے بچانے کے لیے آگے آئے۔ اس سلسلے میں انھوں نے بنیادی طور پر برصغیر کے مسلمانوں کو ان کی مذہبی وابستگی سے آگاہ کیا اور انھیں قرآن و سنت کے قریب لانے کی کوشش کی۔ انھوں نے قرآن مجید کا فارسی زبان میں ترجمہ کیا تاکہ تمام مسلمانوں کو قرآن تک رسائی حاصل ہو سکے۔ اس کے بعد انھوں نے اسلامی تاریخی پہلو کا تنقیدی جائزہ لیا۔ انھوں نے ان تمام نقائص کا ذکر کیا جو ابتدائی دنوں میں مسلم معاشروں میں داخل ہوئے تھے۔ انھوں نے اپنی مختلف تصانیف میں دو اہم وجوہات پر روشنی ڈالی جو مسلمانوں کے زوال کا سبب بنیں: ایک خلافت کو بادشاہت میں تبدیل کرنا اور دوسرا اجتہاد کے دروازے بند کرنا۔ مزید شاہ ولی اللہ نے تمام فرقہ وارانہ اختلافات کو بالائے طاق رکھتے ہوئے اسلامی تعلیمات کو صحیح انداز میں پیش کیا۔ انھوں نے مسلم معاشرے میں متنوع مکاتبِ فکر کے بارے میں اعتدال پسند اور مصالحتی نقطۂ نظر اپنایا۔ انھوں نے مسلمانوں کے فقہی پہلو کے بارے میں دو اہم کتابیں تیار کیں۔[۳] انھوں نے اجتہاد کی ضرورت پر بہت زور دیا اور اجتہاد کے بنیادی اصولوں کو بھی وضع کیا۔ انھوں نے اسلام کو معاصر تقاضوں

۲- نفس مرجع، ۸۷-۸۸۔

۳- عقد الجيد في أحكام الاجتهاد و التقليد اور الإنصاف في بيان سبب الاختلاف۔ دونوں کتابوں کا اردو زبان میں بھی ترجمہ ہو چکا ہے۔

اور چیلنجوں کے مطابق سمجھا۔ تاہم، اس کے ساتھ ساتھ انھوں نے اپنے پیش روؤں کی مذہبی خدمات کو نظر انداز نہیں کیا۔ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی مذہبی فکر کا انقلابی پہلو یہ ہے کہ اس میں جدید زمانے کی ضروریات کو بھی مد نظر رکھا گیا اور اسلاف کے ساتھ دینی رشتہ بھی استوار رکھا گیا۔[۴]

اس طرح شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے منظم مطالعے اور مسلمانوں کے ایک مکمل سماجی، معاشی، سیاسی نظام کے طور پر اسلام کی نمائندگی نے انھیں اسلام کے تمام علما میں منفرد بنا دیا۔ انھوں نے قرآن و سنت پر مبنی اسلامی فلسفہ پیش کیا۔ انھوں نے اسلام کا ایک ایسا سماجی نظام بھی پیش کیا جہاں انسان آہستہ آہستہ ترقی کرتا ہے۔ وہ معاشرے کی ترقی کی مختلف سطحوں کے لیے ارتفاقات کی اصطلاح استعمال کرتے ہیں۔ انھوں نے اسلامی احکامات کے پس پردہ مقاصد پر بھی روشنی ڈالی اور ثابت کیا کہ ان احکامات کا انسانی فطرت کے ساتھ ایک گہرا تعلق ہے۔ اس سلسلے میں شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے مسلم معاشرے کی اصلاح کے لیے کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ انھوں نے اسلام کی تعلیمات میں ایک نئی جان ڈال دی جو اجنبی اور مشرکانہ عناصر کی وجہ سے خراب کی گئی تھیں۔ انھوں نے شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کے اس مذہبی مشن کا اختتام کیا۔[۵]

شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے مذہبی سطح پر مسلم معاشرے کی اصلاح کی، تاہم وہ دنیا کے دیگر مسائل سے غافل نہیں تھے۔ دنیا کے حالات پر ان کی گہری نظر تھی۔ انھوں نے مسلمانوں کی دینی اور دنیوی ضروریات کے درمیان توازن برقرار رکھا۔ انھوں نے وہی طریقۂ کار استعمال کیا جو ان کے پیش روؤں نے استعمال کیا تھا۔ انھوں نے بنیادی طور پر ہندوستانی مسلمانوں کی مذہبی جہت کی اصلاح کے لیے قرآن اور سنت پر توجہ مرکوز کی۔[۶]

شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی دینی خدمات کی انقلابی خصوصیت یہ تھی کہ اس نے ان کے جانشینوں پر گہرا اثر چھوڑا۔ ان کے مذہبی نظریات کو ان کے صاحب زادوں نے جاری رکھا۔ سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ اور شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ نے شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی دینی خدمات کو مزید جاری رکھا۔ انھوں نے اسلام کے داخلی اور خارجی دونوں پہلوؤں پر توجہ مرکوز کی۔ ایک طرف انھوں نے اسلامی تعلیمات کے ذریعے مسلم معاشرے کی اصلاح کی کوشش کی تو دوسری طرف اسلام کے سماجی و سیاسی نظام کو بحال کرنے کی کوشش کی۔ انھوں نے مذہبی مقصد اور مسلمانوں کی خلافت کی بحالی کے لیے جہاد تحریک کا آغاز کیا۔[۷] در حقیقت سید احمد شہید ایک مشہور شخصیت تھے۔ وہ ۱۷۸۶ء

---

۴ — مودودی، مصدر سابق، ۸۹– ۱۰۹۔

۵ — مودودی، مصدر سابق، ۱۱۰– ۱۱۲۔

۶— محمد مظہر بقا، **اصول فقہ اور شاہ ولی اللہ**، پی ایچ ڈی مقالہ (کراچی: بقا پبلی کیشنز گلشن اقبال، ۱۹۸۶ء)، ۸۶۔

۷— مودودی، مصدر سابق، ۱۱۲– ۱۱۶۔

کورائے بریلی میں ایک مذہبی ماحول میں پیدا ہوئے۔ (۸)

تحریک دیوبند

مسلم سیاسی طاقت کے زوال کی وجہ سے مسلم تہذیب کو مختلف خطرات لاحق تھے اور مسلمانوں کو معاشرے کی ہر سطح پر مختلف مشکلات کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا۔ لہٰذا بعض بصیرت مندوں نے مسلمانوں اور ان کی تہذیب کو بچانے کی ذمے داری لی۔ اس سلسلے میں دیوبند میں ایک دینی تعلیمی تحریک کا آغاز ہوا۔ مولانا قاسم نانوتوی، مولانا ذوالفقار علی، مولانا فضل الرحمن اور حاجی محمد عابد جیسی کچھ عظیم مسلم شخصیات تھیں جنھوں نے مذکورہ مقصد کے حصول کے لیے کوششیں اور اقدامات کیے۔ (۹)

دیوبند تحریک کا قیام ۱۸۶۶ء میں یوپی سہارن پور میں عمل میں آیا۔ اس تحریک کی ابتدائی قیادت مدرسہ رحیمیہ کا نتیجہ تھی۔ (۱۰) مغلیہ سلطنت کے خاتمے کے بعد اسلام کے بارے میں ایک خاص حد تک بے چینی پیدا ہوئی یعنی اس کی تعلیمات، عقائد اور اس کی اشاعت کے بارے میں۔ مزید برآں، برطانوی سامراج کی آمد نے مسلمانوں کی ذہنیت پر گہرا اثر ڈالا تھا۔ کیوں کہ اس نے ان کے اپنے خیالات، ثقافتی اقدار اور تہذیب کی خصوصیات کو متعارف کرایا۔ ایسے مؤثر سماجی و مذہبی حالات میں مسلمانوں کی مذہبی عقیدت تباہی کا شکار تھی۔ اس کی وجہ سے حساس ذہنوں کو صورتِ حال سے آگاہ ہونا پڑا۔ اس سلسلے میں ہندوستانی مسلمانوں کو اس مذہبی بحران سے بچانے اور اسلامی تعلیمات اور اقدار کو بحال کرنے کے لیے مختلف اقدامات اٹھائے گئے۔ دیوبند کے ماہرینِ تعلیم نے اس کوشش میں اہم کردار ادا کیا۔ انھوں نے اسلام اور ہندوستان کے مسلمانوں کے درمیان تعلقات کو برقرار رکھنے کے لیے کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ (۱۱)

دیوبند تحریک کی قیادت نے مسلمانوں کی دینی ذمے داریوں کو پورا کرنے کے لیے اسلامی دینی علوم کو

8– Mahmood Ahamd Ghazi, *Islamic Renaissance in South Asia (*1707-1867*): The Role of Shah Waliallah and His Successors*, (New Delhi: Adam Publishers and Distributors, 2004), 189.

9– Sayyid Mehboob Rizvi, *History of the Dar al-ulum Deoband* Eng. Trnsl. Prof. Murtaz Hussain(Deoband U. P. India, 1980), 1: 112,13

۱۰– شاہ ولی اللہ کے والد شاہ عبد الرحیم کی طرف سے قائم کردہ ایک اسلامی تعلیمی ادارہ۔

11– Mufti Muhammad Zafiruddin Miftahi, *Dar al-'Ulūm Deoband: A brief Account of its establishment and Background*(Deoband: Deoband Publications, 2012), 5.

فروغ دینے کا فیصلہ کیا۔ انھوں نے ایک نصاب مرتب کیا، اور اس نصاب میں فقہ، تفسیر قرآن، اسلامی تصوف، اسلامی تاریخ، وغیرہ کو شامل کیا گیا۔ تاہم انھوں نے اس بات پر زور دیا کہ جو مسلمان دینی علوم میں مہارت رکھتے ہیں وہ دوسرے شعبوں میں بھی تعلیم حاصل کرنے کے لیے آزاد ہیں۔[۱۲]

دیوبند مدرسے سے تقریباً تمام ہندوستانی مسلمان متأثر ہوئے؛ کیوں کہ اس نے اپنے قیام کے فوراً بعد ہی بے مثال شہرت حاصل کی تھی۔ اس نے متعدد کوششیں کیں اور مسلمانوں کی مذہبی اور ثقافتی زندگی کو محفوظ رکھنے میں اہم کردار ادا کیا۔[۱۳] ہندوستانی مسلمانوں کی مذہبی اقدار کے تحفظ کے لیے وسیع پیمانے پر کوششیں کیں۔ انھوں نے مذہبی علوم کی ہر شاخ کا احاطہ کرتے ہوئے بہت ساری تحریریں تخلیق کیں۔ دیوبند مکتبِ فکر میں بہت سے ذہین علما موجود تھے، جنھوں نے بعد میں اسلامی تعلیمات کی ترویج میں بہت بڑا حصہ ڈالا۔[۱۴]

اسلامی احیا اور مولانا سید ابو الاعلیٰ مودودی رحمۃ اللہ علیہ

نبیوں کے کردار پر گفت گو کرتے ہوئے مولانا مودودی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ بنیادی طور پر انبیا کی ذمے داری زمین پر اللہ کی حاکمیت قائم کرنا اور دنیا کے معاملات کو آسانی سے چلانا تھا؛ کیوں کہ وہ کہتے ہیں کہ ہر تہذیب کچھ ایسے قواعد وضوابط کی تلاش میں رہتی ہے جن کے ذریعے اس کے نظام کو منظم طریقے سے چلایا جا کیا جا سکے؛ لہٰذا مولانا اس طاقت کے بارے میں بات کر رہے تھے جس کے ذریعے ریاست کے معاملات کو الٰہی قوانین کے مطابق چلایا جا سکتا ہے۔ اس حوالے سے ان کا کہنا ہے کہ تمام انبیا نے ایک ایسا سیاسی انقلاب لانے کی کوشش کی جس کے ذریعے وہ خدائی قوانین نافذ کر سکیں اور ایک فرد کو دوسرے فرد کی غلامی سے آزاد کرا سکیں۔ وہ مزید کہتے ہیں کہ اس سیاسی انقلاب کا اختتام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا۔[۱۵]

مولانا کہتے ہیں کہ بنیادی طور پر نبوت کے مشن کے تین مقاصد تھے: ایک یہ کہ افراد کی سوچ کو اسلامی دنیا کے نقطۂ نظر کے مطابق تشکیل دیا جائے، دوسرا مقصد لوگوں کا ایک گروہ قائم کرنا تھا جو اسلامی سیاسی طاقت قائم کرنے کے لیے اسلامی قوانین پر عمل پیرا ہوں۔ تیسرا یہ تھا کہ معاشرے کو اسلامی قانون کے مطابق چلایا جائے اور اسلامی ریاست کے دائرہ کار کو وسیع کیا جائے۔ وہ کہتے ہیں کہ پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی قائم کردہ اسلامی خلافت کا یہ نظام

12– Ibid. 13.
13– Ibid. 14, 15.
14 – Ibid. 18.

۱۵– مودودی، مصدرِ سابق، ۳۲– ۳۴۔

اسلام کے پہلے دو خلفا اور تیسرے خلیفہ کے کچھ ابتدائی سالوں میں بھی جاری رہا۔ تاہم بعد میں یہ پہلے کی طرح نہیں رہ سکا۔ اسلامی علاقوں کی توسیع اور مسلمانوں کے اندر کچھ اندرونی تنازعات کی وجہ سے غیر اسلامی عناصر اسلامی نظام میں داخل ہوئے۔[۱۶]

اسلام کو مولانا مودودی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک جامع طرزِ زندگی کے طور پر پیش کیا۔ انھوں نے معاشرے میں اسلام کے سماجی و سیاسی کردار پر زور دینے اور اسلام کی تعلیمات کی از سرِ نو تشریح کرنے کی کوشش کی تاکہ اسے زندگی کے تمام پہلوؤں میں پھیلایا جاسکے۔ وہ مسلم دنیا کے ایک مشہور عالم تھے جنھوں نے مجموعی طور پر اسلام کا مطالعہ کرنے پر توجہ مرکوز کی۔[۱۷] انھوں نے اپنے مذہبی عقائد کو مسلمانوں میں موجود سماجی، مذہبی اور سیاسی ماحول کی روشنی میں تشکیل دیا۔ انھوں نے مذہبی نظریات کے احیا کی حمایت کی۔[۱۸]

مولانا مودودی رحمۃ اللہ علیہ اپنے زمانے کے سماجی و مذہبی ماحول پر گہری نظر رکھتے تھے، اندرونی اور بیرونی طور پر اس وقت مسلمانوں کو جن بڑی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا ان میں اسلام کے بارے میں ان کا محدود اور ناکافی علم، مادہ پرستی، اور مغربی تہذیب کا اثر شامل تھا۔ مولانا اپنے دور کے واحد مسلمان فلسفی تھے جنھوں نے ان مشکلات پر قابو پانے کے لیے مسلمانوں کی مدد کرنے کی کوشش کی۔ اس لحاظ سے ان کا بنیادی مقصد اسلامی طرز زندگی کی قابل قبول تصویر پیش کرنا تھا۔[۱۹]

انھوں نے اسلامی تعلیمات کی حدود کو ایک فرد سے لے کر مسلمانوں کی اجتماعی سطح تک وسعت دی۔ انھوں نے اسلام کو مخصوص رسم و رواج تک محدود نہیں رکھا۔ ان کے مطابق اسلام تمام مخلوقات کے لیے زندگی گزارنے کا ایک طریقہ ہے۔ مزید برآں، وہ اس بات پر زور دیتے ہیں کہ انسانی فطرت اسلامی طرز زندگی سے جڑی ہوئی ہے۔[۲۰]

مولانا مودودی رحمۃ اللہ علیہ نے اسلامی لٹریچر کی ایک بڑی مقدار تیار کی جس نے نہ صرف مسلمانوں کو ان کے مذہبی ورثے کے بارے میں تعلیم دی، بلکہ مغربی غیر مسلم دانشوروں کی طرف سے اسلام کے بارے میں لگائے

۱۶– مودودی، مصدرِ سابق، ۳۴– ۳۶۔

17– Seyyed Vali Reza Nasr, *Mawdudi and the Making of Islamic Revivalism* (New York: Oxford University Press, 1996), 9.

۱۸ – نعیم صدیقی، **المودودی** (لاہور: مرکزی کتاب خانہ اسلامی پبلشرز، اردو بازار، س ن)، ۸۱۔

۱۹– نفسِ مرجع، ۲۰– ۲۲۔

۲۰– نفسِ مرجع، ۱۲۳– ۱۲۴۔

گئے بہت سے الزامات کو بھی دور کیا۔ مولانا نے اپنی تحریروں کے ذریعے مسلمانوں کو ایک جامع اسلامی سماجی، سیاسی، معاشی اور تعلیمی فریم ورک تک رسائی فراہم کی۔ ان کی تحریر کی خاصیت یہ ہے کہ انھوں نے اسلامی مذہبی نظریات کو سمجھنے کے دوران میں تحقیقی نقطۂ نظر کا استعمال کیا۔[۲۱]

اسی طرح مولانا مودودی رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں مسلمانوں میں داخلی سطح پر فکری قوت کا فقدان تھا۔ مسلمان اکثر مذہبی معاملات میں اندھی تقلید میں مشغول رہتے تھے جس کی وجہ سے ان کی سوچنے کی صلاحیت محدود ہو گئی تھی۔ یہ چند بنیادی عوامل تھے جو مسلمانوں کے زوال کا سبب بنے۔ انھوں نے اجتہاد یا نئی وضاحت کی ضرورت پر زور دیا اور اسلام کو ایک ہمہ جہت فریم ورک کے طور پر پیش کیا جو جدید دور کے لیے موزوں تھا۔ چناں چہ انھوں نے ۲۶/ اگست ۱۹۴۱ء کو اپنے مقصد کے حصول کے لیے ایک تنظیم جماعت اسلامی کی بنیاد رکھی۔[۲۲]

مولانا سید ابو الحسن علی ندوی (۱۹۱۴ء- ۱۹۹۹ء) ایک اور نام ور شخصیت تھے جنھوں نے مسلمانوں کو مذہبی، اخلاقی، سماجی اور تعلیمی زوال سے بچانے کے لیے بہت آگے بڑھ کر کام کیا۔ آزادی کے بعد ان کی فوری تشویش اپنے مذہبی پہلو کو بچانے کی تھی۔ اس کے علاوہ انھیں نئی مسلم نسل کو قرآنی تعلیمات کے قریب لانا تھا۔ ہندوستان کے سیکولر ماحول میں اقلیتی برادری ہونے کی وجہ سے مسلمانوں کے لیے اپنے مذہبی پہلو کے لیے حکومت کی حمایت حاصل کرنا ایک چیلنج تھا۔ لہٰذا مولانا ندوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مسلمانوں کو مذکورہ مسائل سے آگاہ کرنے کی کوشش کی۔ انھوں نے ان سے کہا کہ وہ مسلمانوں میں اسلامی تعلیم کو فروغ دینے کے لیے اپنے تعلیمی ادارے قائم کریں۔[۲۳]

ان کا کہنا تھا کہ اسلام ایک مکمل طرز زندگی ہے۔ لہٰذا ضرورت اس بات کی ہے کہ اسے ایک جامع نظام زندگی کے طور پر پیش کیا جائے۔ اسی مقصد کے لیے انھوں نے ایک بار پھر تعلیمی نظام کا مطالبہ کیا۔ انھوں نے علم کو نہ صرف مسلم معاشرے کی اصلاح کے لیے ایک آلے کے طور پر استعمال کیا بلکہ کامل خدائی شعور کے حصول کے لیے ایک ذریعے کے طور پر بھی بہت اہمیت دی۔[۲۴] انھوں نے ہندوستانی مسلمانوں سے کہا کہ وہ ایسے اسلامی

۲۱- یوسف القرضاوی، **مودودی، ایک مصلح، ایک مفکر، ایک مجدد**، ترجمہ: ابوالاعلیٰ سید سبحانی (نئی دہلی: ہدایت پبلشرز اور ڈسٹری بیوٹرز، ۲۰۱۵ء)، ۲۹- ۳۰۔

۲۲- نفس مرجع، ۳۱- ۳۲۔

۲۳- سید ابو الحسن ندوی، **کاروان زندگی** (کراچی: مجلس نشریات اسلام، ۲۰۰۰ء)، ۱: ۴۶۰- ۴۵۹۔

24– Sheikh Jameil Ali, *Islamic Thought and Movement in the Subcontinent: A Study of Sayyid Abul A 'ala Mawdudi and Sayyid Abul Hasan 'Ali Nadwi*, (New Delhi: D. K. Printworld (P) Ltd. 2000), 302.

تعلیمی ادارے قائم کریں جو ان کے عقیدے، تہذیب اور معاشرے کے بنیادی معیار کو پورا کر سکیں۔ انھوں نے کہا کہ سیکولر ملک کے باشندے ہونے کے باوجود ہم نے مسلمانوں کے اپنے عقیدے، شناخت، ثقافت، تہذیب اور اخلاقیات کو برقرار رکھنا ہے جو اسلام نے ہمیں دیا ہے۔[۲۵]

چوں کہ مولانا ندوی ایک ایسے ملک میں رہ رہے تھے جو متنوع عقائد، ثقافتوں اور تہذیبوں کے ساتھ متنوع فطرت کا حامل ہے، لہٰذا ہندوستان کے مجموعی لوگوں کی فلاح و بہبود اور خاص طور پر مسلمانوں کی بھلائی کے لیے، انھوں نے بین المذاہب مکالمے کا عمل شروع کیا تاکہ لوگ ایک دوسرے کے بارے میں آگاہی حاصل کر سکیں۔[۲۶]

سر سید احمد خان رحمۃ اللہ علیہ کی اصلاحی سوچ

غازی پور کی سائنٹفک سوسائٹی

بنیادی طور پر سر سید رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے احیائی عمل کا آغاز ایک فکری تحریک کے طور پر کیا جو وقت کے ساتھ ساتھ بڑھتی گئی۔ سر سید رحمۃ اللہ علیہ کے مطابق برصغیر کے مسلمانوں کو جدید تعلیم حاصل کرنی چاہیے۔ انھوں نے خاص طور پر اسی وجہ سے مسلمانوں کو مغربی علوم سے آگاہ کرنے کی کوشش کی۔ درحقیقت سر سید رحمۃ اللہ علیہ روایتی مسلمانوں کو جواب دے رہے تھے جن کے پاس مغربی تعلیم کا علم نہیں تھا۔ مزید برآں سر سید رحمۃ اللہ علیہ کی پالیسی میں ایک سماجی محرک بھی تھا۔ ان کا مقصد بہت سے سماجی طبقوں کے درمیان بھائی چارے کو فروغ دینا تھا۔ اسی تناظر میں ۱۹۶۳ء میں غازی پور کی سائنٹیفک سوسائٹی کی بنیاد رکھی گئی۔[۲۷]

سر سید رحمۃ اللہ علیہ مسلمانوں کی فلاح و بہبود کی بات کر رہے تھے۔ انھوں نے مسلمانوں کی ترقی کے لیے مغربی تہذیب کا رخ اختیار کرتے ہوئے کہا کہ برصغیر میں مسلمانوں کو درپیش مسائل سے نمٹنے کا یہی واحد اور مؤثر طریقہ ہے۔[۲۸] بلاشبہ وہ ایک مسلم نواز اسکالر تھے جو مسلمانوں کی ترقی اور انھیں فکری مسائل سے نجات دلانے میں دل چسپی رکھتے تھے، لیکن انھوں نے غیر ضروری طور پر مذہب اسلام کا انتخاب کیا جو ان کے دائرۂ اختیار سے باہر تھا اور قدامت پسند مسلمانوں کے مشورے کو نظر انداز کرتا تھا، لہٰذا مسلمانوں کی اکثریت نے ان کی حمایت

25– Ibid. 304, 305.

26– Ibid. 307, 308.

۲۷– الطاف حسین حالی، **حیات جاوید** (میرپور: ارسلان محمود کتب علامہ اقبال روڈ، ۲۰۰۰ء)، ۱: ۱۳۹– ۱۴۰۔

۲۸– نفس مصدر، ۴۳۸۔

نہیں کی۔ اگر انھوں نے اپنی کوششوں کو تعلیم تک محدود رکھا ہوتا تو روایتی مسلمان ان کی حمایت کرتے اور انھیں تنقید کا سامنا نہ کرنا پڑتا۔(۲۹)

سرسید احمد خان رحمۃ اللہ علیہ کی انگریز نواز پالیسی کے پیچھے مقصد ہندوستانی مسلمانوں کو بیدار کرنا تھا۔ اس سلسلے میں انھوں نے جدید تعلیم کے حصول اور سائنس و ٹیکنالوجی میں ترقی پر توجہ مرکوز کی۔ تاکہ برطانوی نوآبادیاتی طاقت کو چیلنج کیا جائے۔(۳۰)

سرسید احمد خان رحمۃ اللہ علیہ کے خیالات اس وقت عملی شکل اختیار کر گئے جب ۱۸۵۷ء کی بغاوت کی ناکامی کے منفی اثرات کے بعد انھوں نے مسلمانوں کو تعلیمی پس ماندگی سے نکالنے اور مسلمانوں میں زندگی کا ایک نیا جذبہ پیدا کرنے کی ذمے داری قبول کی۔ انھوں نے ایک خالص مذہبی تعلیمی تحریک کا آغاز کیا جو بعد میں علی گڑھ تحریک کے نام سے مشہور ہوئی۔ یہ ہندوستان میں مسلم معاشرے کی اصلاح کی طرف سید احمد خان رحمۃ اللہ علیہ کا ایک بنیادی قدم تھا۔(۳۱)

ندوۃ العلما

ندوۃ العلما کی بنیاد ایسے ماحول میں رکھی گئی تھی جہاں پہلے سے ہی روایتی اسلامی تعلیم اور جدید مغربی تعلیم بالترتیب دیوبند اور علی گڑھ تحریک کی شکل میں موجود تھی۔ اپنے ابتدائی قیام کے دوران ندوۃ العلما کے دو اہم مقاصد تھے: اسلامی نصاب میں نئی تبدیلیاں اور نئے نصاب کی تیاری، اور دوسرا مقصد مسلمانوں کے درمیان بھائی چارے کو برقرار رکھنا تھا۔ تاہم وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس نے اپنے مقاصد کا دائرہ وسیع کیا اور اس میں مزید دو مقاصد کا اضافہ کیا گیا یعنی ایسے علما تیار کرنا جو اسلامی دینی علوم سے بہ خوبی واقف ہوں اور جدید مسائل اور چیلنجوں سے آگاہ ہوں اور دوسرا مقصد ہندوستان کے لوگوں میں اسلامی تعلیمات کو پھیلانا تھا۔ لہٰذا ندوۃ العلما کا بنیادی مقصد مسلمانوں کو اسلامی تعلیم کے ساتھ ساتھ جدید تعلیم سے بھی آگاہ کرنا تھا۔(۳۲)

اس کے باوجود اس تحریک نے ہندوستان کے مسلمانوں کو اسلامی تعلیمات کے قریب لانے پر زیادہ توجہ دی۔ تحریک نے مسلم علما سے مسلم معاشرے کی قیادت کرنے کا مطالبہ کیا۔ اس تحریک نے اپنی سرگرمیوں کی بنیاد

۲۹- نفس مصدر، ۲: ۱۶۳۔

30- Tariq Hassan, *The Aligarh Movement and the Making of the Indian Muslim Mind* (New Delhi: Rupa Publications, 2006), 15.

31- Shahid Jaleel, *The Aligarh Movement: A Chapter in the History of Indian Education* (Ph.D.), AMU, 2004, PP. 156-157

۳۲- محمد اسحاق جلیس ندوی، **تاریخ ندوۃ العلماء** (لکھنؤ: مجلس صحافت و نشریات، ۲۰۱۷ء)، ۱: ۵۵-۵۶۔

کسی سیاسی تنظیم کے بجائے فکری پہلو پر رکھی۔ اس تحریک کا مقصد مسلم معاشرے کی اصلاح کرنا تھا۔ نصاب انگریزی اور عربی دونوں زبانوں پر مشتمل تھا؛ کیوں کہ علما کو معاشرے کے معاصر تقاضوں کا احساس تھا۔ (۳۳)

اس تحریک کا مقصد ہندوستانی مسلمانوں کو مذہبی اور سماجی دونوں سطحوں پر ترقی دینا تھا۔ اسی وجہ سے اس تحریک میں مذہبی اور مغربی تعلیم دونوں کو جگہ دی گئی۔ انھوں نے مسلمانوں کو اسلام کی بنیادی باتوں سے آگاہ کرنے کی کوشش کی، اس کے ساتھ ساتھ اس تحریک نے مسلمانوں کو دوسرے علوم کے بارے میں خود کو آگاہ کرنے کا موقع فراہم کیا۔ (۳۴)

اختتام

اگرچہ مذکورہ بالا تحریکوں نے برصغیر میں مسلم معاشرے کی مذہبی ترقی کے لیے کوئی کسر نہیں چھوڑی، تاہم ہمیں ان کی کوششوں کو مزید جاری رکھنا ہوگا۔ اس سلسلے میں ہماری دینی قیادت کی بنیادی ذمے داری یہ ہے کہ وہ قرآن اور احادیث نبویہ کی مدد سے اسلام کے بنیادی مقاصد پر توجہ مرکوز کرے۔ وقت کی ضرورت ہے کہ مسلمانوں کو فکری سطح پر بیدار کیا جائے تاکہ وہ اپنے اسلامی مذہبی اور ثقافتی پہلو کا دفاع کر سکیں۔ مزید برآں، مذکورہ مقاصد کے حصول کے لیے ایک پرامن طریقہ اپنانا بھی ناگزیر ہے۔ جہاں تک عصر حاضر میں مسلمانوں کے تعلیمی اور فکری بحرانوں کا تعلق ہے تو بہتر یہ ہے کہ سر سید احمد خان رحمۃ اللہ علیہ کے افکار کو ترجیح دی جائے جنھوں نے ہندوستانی مسلمانوں کی تعلیمی فلاح و بہبود کے لیے ایک اہم کردار ادا کیا۔ ہاں جہاں تک ان کے مذہبی نظریات کا تعلق ہے تو ہمیں ان نظریات کے ساتھ اختلاف کی گنجائش موجود ہے۔

❁ ❁ ❁ ❁ ❁

۳۳- نفس مرجع، ۵۸- ۶۰۔

۳۴- شمس تبریز خاں، **تاریخ ندوۃ العلما** (لکھنو: دفتر نظامت ندوۃ العلما، ۲۰۱۵ء)، ۲: ۲۹۵۔

List of Sources in Roman Script

- ‘Ali, Dr. Sheikh Jameil. *Islamic Thought and Movement in the Subcontinent: A Study of Sayyid Abul A'la Mawdudi and Sayyid Abul Hasan ‘Ali Nadwi*. New Delhi: D. K. Printworld (P) Ltd., 2000.
- Baqa, Muhammad Mazhar. *Uṣul-e-Fiqh or Shah Walīullah* (PhD Thesis). Karachi: Baqa Publications Gulshan Iqbal, 1986.
- Ghazi, Dr. Meḥmūd Aḥamd. *Islamic Renaissance in South Asia (1707-1867): The Role of Shah Waliallah and His Successors*. New Delhi: Adam Publishers and Distributors, 2004.
- Ḥalī, Altaf Husain. *Ḥayāt-e-Javed*. Mirpur: Arsalān Meḥmūd Books, 2000.
- Ḥasan, Tariq. *The Aligarh Movement and the Making of the Indian Muslim Mind*. New Delhi: Rupa Publications, 2006.
- Jaleel, Shahid. *The Aligarh Movement: A Chapter in the History of Indian Education* (Ph.D. Thesis). Aligarh: Aligarh Muslim University, 2004.
- Khan, Mawlanā Dr. Shams Tabraiz. *Tarīkh Nadwat al-‘Ulamā*. Lakhnao: Daftar Nazamat Nadwat al-Ulama, 2015.
- Mawdūdī, Syed Abul A ‘alā. *Tajdīd wa Aḥyā-y Dīn*. Lahore: Islamic Publications Pvt. Ltd. 1999.
- Nadvī, Mawlānā Muhammad Ishaq Jalīs. *Tarīkh Nadwat al-‘Ulamā*. Lakhnao: Majlas-e- Sahafat o Nashriyat, 2015.
- Nadvī, Mawlānā Syed Abu al-Hasan. *Karwān-e Zindagī*. Lakhnao: Majlis Nashriyāt Islam. 2015.
- Nasr, Sayyid Vali Reza. *Mawdudi and the Making of Islamic Revivalism*. New York: Oxford University Press, 1996.

- Qardawī, Dr. Yusuf. *Imām Mawdudi: Aik Muṣlih aik mufakir aik mujadid.* (Urdu Translation by Abul Ala Syed Subhanī). New Delhi: Hidayat Publishers and Distributors, 2015.
- Rizvi, Sayyid Mehboob, *History of the Dar al-ulum Deoband* (vol. 1, Eng. Trns. by Prof. Murtaz Hussain). Deoband U. P. India: Idara-e Ihtemam, 1980.
- Sidīqī, Naeem. *Al-Mawdudi*. Lahore: Markazi Maktaba Islami Publishers, 2010
- Zafiruddin, Muhammad. "Dar al-'Ulūm Deoband: A brief Account of its establishment and Background". U.P. India: Deoband Publications, 2012.